© rasailojaraid.com

غالب کا فارسی کلام

(ایک عمومی تبصرہ)

جناب عبد القدوس صاحب نقوی

غالب کو چند در چند لحاظ سے ادب میں منفرد مقام حاصل ہے۔ ان کی شاعری سے جہاں اردو میں ایک نئے دور کا آغاز ہوتا ہے وہاں اُن پر ہندوستان میں فارسی شاعری کا خاتمہ بھی ہوتا ہے کیونکہ ان کے ساتھ ہندوستان میں عرفی، نظیری، ظہوری اور بیدل کا دور بھی ختم ہو گیا۔

غالب نے اس وقت ہندوستان میں اپنی فارسی شاعری کا علم بلند کیا جبکہ یہاں یہ میدان بالکل خالی تھا۔ البتہ ایران میں کلاسیکی طرز کا آخری عظیم شاعر مرزا حبیب قاآنی، الفرکی اور خاقانی کے دور کی یاد تازہ کر رہا تھا لیکن غالب کا مرتبہ قاآنی کے مقابلہ میں بھی بلند ہے۔ قاآنی کا سارا سرمایۂ افتخار اس کے قصائد ہیں۔ غزلیات کے میدان میں وہ قطعی تہی دست نظر آتا ہے اور قصیدوں میں بھی اس نے جو کچھ کہا ہے وہ ایک مترنم بے معنی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ قصائد میں بھی اگر غالب اور قاآنی کا موازنہ کیا جائے تو بھی غالب کا مرتبہ بلند نظر آئے گا۔ قاآنی کے یہاں بندشِ الفاظ [illegible] کے ساتھ فحش و ابتذال بھی موجود ہے جبکہ غالب کے قصائد شوکتِ الفاظ، حسنِ بیان، فکر کی گہرائی اور [illegible] کا بہترین نمونہ ہیں اور فحش و ابتذال سے پاک ہیں۔

غالب بنیادی طور پر فارسی شاعر تھے۔ اگرچہ ان کی شاعری کی ابتدا اردو سے ہوئی اور آج [illegible] ان کا سرمایۂ افتخار بھی ان کا اردو کلام ہی ہے لیکن خود غالب کو جتنا [illegible] اپنے فارسی کلام پر تھا۔ فارسی کے مقابلہ میں وہ اپنے اردو کلام کو بے رنگ سمجھتے تھے۔

اپنے ایک فارسی قطعہ میں جو ایک شاعر کی [illegible] کے جواب میں لکھا گیا [illegible]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فخریہ کہتے ہیں :۔

فارسی بیں تا ببینی نقش ہای رنگ رنگ — بگذر از مجموعۂ اردو کہ بی رنگ من است

فارسی بیں تا ببینی کاندر اقلیم خیال — مانی و ارژنگم و آن نسخہ ارژنگ من است

پھر اپنے اردو کلام کے بارے میں کہتے ہیں :۔

نیست نقصان یک دو جزو است از سواد ریختہ — کان دو دم برگ از گلستان فرہنگ من است

پھر اپنے مخاطب شاعر سے کہتے ہیں کہ آپ میرے ہم زبان اور ہم نوا نہیں ہیں

شغل ما معنی شعر است و آن دانی کہ نیست — از تو بنود نغمہ و سازی کہ در چنگ من است

در سخن چون ہم زبان و ہم نوای من شدہ — چون دلت را بیم و تاب نغمۂ آہنگ من است

اپنے بارے میں کہتے ہیں :۔

انوری و عرفی و خاقانی سلطان منم — پادشاہ طہمورث و جمشید و ہوشنگ من است

اس قطعے کے علاوہ بھی وہ اپنے فارسی کلام میں اپنے آپ کو عرفی نظیری خاقانی وغیرہ کا ہمسر قرار دیتے ہیں چند مثالیں ملاحظہ ہوں :۔

مسنج شوکت عرفی کہ بود شیرازی — مشو اسیر زلالی کہ بود خوانساری

بسومنات خیالم درآی تا بینی — رواں فروز بدوشہای زناری

چنان نشاند سخن از مرحمت دہر بخویش — کہ بر در عرفی و غالب بعوض باز دہد

امروز من نظامی و خاقانیم بدہر — دہلی ز من بہ گنجہ و شروان برابر است

ایک قصیدے میں جو بہادر شاہ ظفر کی مدح میں ہے خسرو اور سعدی سے اپنا تفوق ظاہر کرتے ہوئے کہتے ہیں

بہ سخن شیوہ فروتر ز اسلاف — کہ بود انتقاد دیدہ وراں درکار

[illegible] — [illegible] سعدی و خسرو [illegible]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یعنی قسمت ہمارا ستم ... سے میراث ... سے شعر ... دلیل ہے کہ ... [illegible]

ہے کہ ... کسب فیض کیا ہے۔

غرض غالب کی تصانیف میں ... کلام ... موجود ہیں لیکن ... [illegible]

غالب کی فارسی کلیات (مطبوعہ نولکشور ۱۸۶۳ء) ۲۲ قطعات ... مثنویاں ... [illegible]

ترجیع بند، ترکیب بند، مخمس، منقبت، رباعیاں اور غزلیات ردیف الف تا ی پر مشتمل ہے۔

قطعات مختلف موضوعات پر ہیں مثلاً تہنیت شادی نواب یوسف علی خاں والی رامپور ... [illegible]

ہندوستان کے انگریزی ... میں شامل ہو گئے تھے، فتح پنجاب، تہنیت ... [illegible]

بحضرت نواب یوسف علی خاں، ... تاریخ ... وفات، تاریخ ... وغیرہ وغیرہ۔

ایک قطعہ میں زین العابدین عارف سے خطاب کر کے کہتے ہیں

جان عارف باش ای کہ در گیتی — سخت محو جاودان من است
ای کہ میراث خوار من باشی — [illegible] زبان من است
از معانی ز ... [illegible] — ... آن من است

مثنویاں:-

غالب کی پہلی مثنوی سرمۂ بینش ہے یہ مختصر سی مثنوی بہادر شاہ ظفر کی مدح میں ہے اور نصیحت کے رنگ میں ہے بادشاہ کو ... [illegible] ... قطب عالم ... ہے اس ... شعر پر ختم ہوتی ہے۔

بسکہ ہای شہ سخن کوتاہ باد — تا خدا باشد بہادر شاہ باد

۲۔ دوسری مثنوی ... ہے۔ اس میں غالب نے ایک حکایت بیان کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ انسان کو دنیا میں کچھ ملتا ہے جو اس کی تقدیر میں ہوتا ہے۔

حکایت اس طرح ہے کہ ایک بادشاہ ... [illegible]

کی ... [illegible]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

تو یہ ہے کہ غیرت اور غضب کے مارے [illegible]

[illegible]

دہشت زدہ ہو کر [illegible] جاتا ہے [illegible]

ہے [illegible] رہ جاتی ہے [illegible]

اصلی [illegible] اصل حالت میں آ جائے چنانچہ [illegible]

تیوروں [illegible] دیکھیں [illegible] کے ٹکڑے سے نہ نکل سکے

غالب اس کی تقریر یوں بیان کرتے ہیں

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تعالی اللہ بنارس چشم بد دور | بہشت خرم و فردوس معمور
بجوش نو بہاری فرزد جوش | ندہا بیر سد ہر دم ز دوش
تناسخ مشربان چون لب کشایند | بکیش خویش کاشی را ستایند
عبادت خانۂ ناقوسیان است | ہمانا کعبۂ ہندوستان است

بتانِ کاشی:۔

بتانش را ہیولی شعلۂ طور | سراپا نور ایزد چشم بد دور
ز رنگین جلوہ ہا غارت گر ہوش | بہار بستر و نوروز آغوش
قیامت قامتان مژگان درازان | ز مژگان بر صف دل نیزہ بازان

پھر کہتے ہیں کہ میں نے ایک عالم سے پوچھا کہ دنیا میں ان تمام بداعمالیوں کے باوجود قیامت کیوں نہیں آتی تو اس نے مسکرا کر بنارس کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ خدا نہیں چاہتا کہ قیامت آئے اور یہ حسین شہر برباد ہو جائے

سوی کاشی بانداز اشارت | تبسم کرد و گفت این عمارت
کہ حقا نیست صانع را گوارا | کہ از ہم ریزد این رنگین بنا را

چراغ دیر غالب کی قادر الکلامی اور رنگینی بیان و تخیل کا بہترین نمونہ ہے۔

پانچویں مثنوی "باد مخالف" ہے۔ یہ مثنوی اس ہنگامے کی یادگار ہے جو غالب کو اپنے قیام کلکتہ کے دوران پیش آیا۔ اس مثنوی میں غالب کا انداز طنز اور تلخی لیے ہوئے ہے اور جہاں جہاں انھوں نے اپنی پریشانی اور تباہ حالی کا نقشہ کھینچا ہے اس میں سوز اور درد ہے۔

مثنوی کا آغاز اس خطاب سے ہوتا ہے ۔

ای تماشائیان بزم سخن | وی اسپہبدان تازہ روش
ای سخن پروران کلکتہ | وی زبان آوران کلکتہ
ای گرامی فنان ریختہ گو | نغز و دریا کشان دریوزہ

اپنے بارے میں کہتے ہیں:۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسلاف بہ جنت برگشتہ | وہ غم بہ ملہا بجز جز گشت
گوہر ہا ہمہ بیہا شکست | با کس نہ رسید بھا فہا شکست
با گلہم رسیدہ است اینجا | با سیاہ رسیدہ است اینجا

(غالب اپنی شاعری کی ناقدری کے سلسلے میں کیا کہہ گئے تھے اس کی طرف اشارہ ہے)

غالب بیدل کے شیدائی تھے اور معترضین کے جواب میں بھی انھوں نے قتیل کا مقابلہ کرتے ہوئے میں بیدل کو ہی پیش کیا ہے ؎

گرچہ بیدل ز اہل ایران نیست | لیک ہمچو قتیل نادان نیست
صاحب پایۂ دستگاہی بود | مرد دانا ز بیم نمو کا ہی بود

اپنے بارے میں کہتے ہیں کہ میں جو عرفی، نظیری، ظہوری اور طالب کا ماننے والا ہوں قتیل و واقف کو کیا جانوں ؎

آنکہ طی کردہ این مواقف را | چہ شناسد قتیل و واقف را

پھر انھیں خیال آتا ہے کہ اس تمام بحث و جدل کا نتیجہ سوائے تلخی اور بے مزگی کے اور کچھ نہ ہوگا اور ان کے جانے کے بعد بھی لوگ انھیں بری طرح یاد کریں گے کہ ایک دہلی والا یہاں آیا تھا اور اس کی وجہ سے دہلی کی بدنامی ہوگی۔ اس خیال سے وہ کہتے ہیں کہ خاموش رہنا ہی بہتر ہے ؎

آہ از آن دم کہ بعد رفتن من | تہمت دہلی بود بہ گردن

چھٹی مثنوی۔ اس مثنوی کا عنوان ہے "بیان نموداری شان نبوت و ولایت کہ در حقیقت پرتوِ نور الانوار حضرت احدیت است" یہ مثنوی غالب نے اپنے دوست مولانا فضل حق خیرآبادی کی فرمائش پر لکھی تھی۔ جیسا کہ علامہ حالی نے یادگار غالب میں لکھا ہے مسلمانوں کے دو فرقوں میں [illegible] اختلاف عقائد کا ہنگامہ برپا تھا بحث [illegible] تھی [illegible] آنحضرت [illegible] پیدا ہو سکتے ہیں یا نہیں، ایک گروہ کا عقیدہ تھا کہ خدا [illegible] ہے [illegible] پیدا کر سکتا ہے جبکہ دوسرے [illegible] کا عقیدہ تھا کہ [illegible] برخلاف [illegible] مولانا اسماعیل [illegible] مولانا فضل حق خیرآبادی۔

© rasailojaraid.com

غالب نے یہ مثنوی [illegible] کا جواب دیا۔

دیگرے ہم گوئی از ایجاد رب   [illegible]

[illegible]   [illegible]

یہ شعر اس سے متعلق ہے جہاں پیدا کئے ہیں آنحضرت کا مثیل بھی پیدا کر سکتا ہے لیکن کیا غالب نے مثنوی [illegible] پر کہی تھی اور امتناع النظیر میں عقیدہ رکھتے تھے اس لیے غالب نے اس ذہن کو پیش کیا۔ کہتے ہیں ٹھیک ہے آپ نے ایک لطیف بات کہی لیکن اس سے [illegible] یہ سمجھے کہ اگر خدا چاہے تو سو سورج اور دو چاند بھی پیدا کر سکتا ہے لیکن [illegible] ایک [illegible] ہے اسی طرح دنیا میں ختم المرسلین بھی ایک ہی ہو سکتا ہے۔

آنکہ مہر و ماہ و اختر آفرید   می تواند مہر دیگر آفرید

حق دو مہ از سوی خاور آورد   کور بادا آنکہ باور آورد

لیک در یک عالم از روی یقین   خود نگنجد دو ختم المرسلین

جوہر کل ہمتا بد تثنیہ   در محمد نیاید تثنیہ

ہر کجا آئینہ پیدا شد نما   ہمچناں [illegible] بعد خدا

اس کے بعد دو مثنویاں تہنیت عید کی ہیں۔ ایک بہادر شاہ کے نام اور ایک [illegible] کے نام۔

نویں مثنوی شاہ [illegible] کے بارے میں ہے یہ تینوں مثنویاں مختصر اور غیر اہم ہیں۔

دسویں مثنوی یہ مثنوی آئین اکبری کے بارے میں ہے جسے سر سید احمد خاں نے تصحیح کر کے چھاپا تھا اس کا سرنامہ یہ ہے۔

"تقریظ آئین اکبری مصحح سید احمد خاں [illegible]"

[illegible] اس شعر سے ہوتا ہے۔

[illegible]   [illegible]

[illegible]

تنقیدی ہے۔ سر سید کی تصحیح پر طنز کرتے ہیں ؎

لیک در تصحیح آئین رای اوست   ننگ دار ہمت والای اوست
دل بشغلی بست و خود را شاد کرد   خود مبارک بندہ آزاد کرد

یعنی یہ ایک بیکاری کا شغل تھا جو سر سید نے اختیار کیا۔

اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ وہ اسے مردہ پرستی سے تعبیر کرتے ہیں ؎

مردہ پروردن مبارک کار نیست   خود بگو کاں نیز جز گفتار نیست

یعنی اس میں (آئین اکبری میں) سوائے باتوں کے اور (عملی چیز) کیا ہے۔

پھر کہتے ہیں کہ آئینِ اکبری کی ستائش کرنے والوں کو انگریزوں کا آئین اور ان کی ترقیات اور ہنر مندی اور دانشوری کو دیکھنا چاہئے کہ کس طرح انھوں نے برق و باد کو مطیع کر لیا ہے ؎

صاحبانِ انگلستان را نگر   شیوہ و انداز اینان را نگر
تا چہ آئیں ہا پدید آوردہ اند   آنچہ ہرگز کس ندید آوردہ اند
دادہ و دانش را بہم پیوستہ اند   ہند را صد گونہ آئین بستہ اند
رو بہ لندن کاندراں رخشندہ باغ   شہر روشن گشتہ در شب بی چراغ
کار و بار مردم ہشیار بین   در ہر آئین صد نو آئین کار بین
پیش ایں آئین کہ دارد روزگار   گشتہ ایں آئین دگر تقویم پار

غرض اس مثنوی میں انھوں نے کھل کر سر سید پر تنقید کی ہے اور اس پر زور دیا ہے کہ پرانی باتوں کو چھوڑ کر نئے دور کی ترقیات سے استفادہ کرنا چاہئے اور ترقی یافتہ قوموں سے ترقی کا سبق سیکھنا چاہئے۔

اس مثنوی سے اندازہ ہوتا ہے کہ غالب ذہنی اعتبار سے اپنے زمانے اور ماحول سے بہت آگے تھے۔ ایک ایسے دور میں جبکہ انگریزی تعلیم اور تہذیب کو کفر کے مترادف سمجھا جاتا تھا غالب کا یوں بیباکانہ انگریزی دانش و بینش کی تعریف کرنا ان کی وسیع النظری اور روشن خیالی کا ثبوت ہے۔

گیارہویں مثنوی۔ گیارہویں مثنوی ابر گہربار ہے۔ یہ ایک ناتمام مثنوی ہے جو غالب کے نعتیہ کلام [illegible]

© rasailojaraid.com

تخیل اور استادانہ ہنرمندی کی آئینہ دار ہے۔ یہ مثنوی غالب کی سب مثنویوں سے زیادہ طویل اور دلکش ہے۔ اس میں حمد، نعت، منقبت، ساقی نامہ، مغنی نامہ، اور معراج نامہ الگ الگ عنوانات کے تحت شامل ہیں، لیکن مثنوی کا آخری حصہ جو مناجات کے عنوان سے ہے اس کا اہم ترین حصہ ہے۔ کیونکہ یہ غالب کی اپنی داستانِ حیات ہے ان کے دکھے ہوئے دل کی پکار جو وہ محشر میں خدا کے حضور کرنا چاہتے ہیں، وہ انھوں نے اس مناجات میں بیان کی ہے۔

ایک فتحمند بادشاہ اور اس کے چند تباہ حال زندانی عوام کی حکایت بیان کر کے غالب خدا سے مخاطب ہوتے ہیں ؎

بروزی کہ مردم شوند انجمن شود تازہ پیوند جانہا بہ تن
مراں را بہ نیکی نوازندگاں بسرمایۂ خویش نازندگاں
گہرہای شہوار پیش آورند فروہیدہ کردار پیش آورند
درآں حلقہ من باشم و سینۂ ز غمہای ایام گنجینۂ
درآب و در آتش بسر بردۂ نہ دشواری زیستن مردۂ
بہ بخشای برناکسی ہای من تپیدست در ماندہ ام وای من
بہ دوش ترازو منہ بار من نسنجیدہ بگزار کردار من

یعنی ای خدا حشر کے میدان میں، ان نیکوکار بندوں کے سامنے مجھ گنہگار کا حساب مت لے

لیکن اگر تیرا فرمان یہی ہے کہ اعمال کا حساب لیا ہی جائے تو پھر میری بھی سن ؎

ہمانا تو دانی کہ کافر نیم پرستار خورشید و آذر نیم
نکشتم کسی را بہ اہرمنی نبردم ز کس مایہ در رہزنی
بگرمی کہ آتش بگورم ازوست بہنگامہ پرواز سوزم ازوست
حسن آمدہ انگبین دی اندوہ ربای چہ میکردم ای بندہ پرور خدای
حساب مئ و رامش و رنگ و بوی ز جمشید و بہرام و پرویز جوی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ از بادہ تا چہرہ افروختند ‏ دل دشمن و چشم بد سوختند

نہ از من کہ از تاب می گاہ گاہ ‏ بدریوزہ رخ کردہ باشم سیاہ

نہ بستان سرای نہ میخانہ ‏ نہ دستان سرایی نہ جانانہ

نہ رقص پری پیکران بر بساط ‏ نہ غوغای رامشگران در رباط

شبانگہ بہ مے رہنمونم شدی ‏ سحرگہ طلبگار خونم شدی

تمنای معشوقۂ بادہ نوش ‏ تقاضای بیہودۂ می فروش

یعنی اے خدا تو جانتا ہے کہ میں کافر نہیں ہوں اور نہ قاتل یا راہزن ہوں۔ میرا گناہ صرف یہ ہے کہ کبھی کبھی شراب پی لیا کرتا تھا جس کی وجہ سے قبر میں بھی عذاب میں مبتلا ہا لیکن اگر تجھے شراب نوشی اور عیش وعشرت کا حساب ہی لینا ہے تو جمشید، بہرام اور پرویز جیسے بادشاہوں سے لے۔ مجھ فقیر کی شراب نوشی ہی کیا۔ نہ رقص نہ نغمہ، نہ بلغانہ میخانہ، نہ یاران مینوش نہ ساقی دل نواز، رات کو اگر شراب پیتا تو صبح کو می فروش کے دلخراش تقاضے بھی سنتا تھا۔

غالب کو جنت کی تمنا نہیں کیونکہ انہیں وہاں کا مردہ ماحول ناپسند ہے۔

سہ ‏ صبوحی خورم گر شرابِ طہور ‏ کجا زہرۂ صبح و جام بلور

در آن پاک میخانۂ بی خروش ‏ چہ گنجای شورشِ ناؤ نوش

سیہ مستی ابر باران کجا ‏ خزان گر نباشد بہاران کجا

نظربازی و ذوق دیدار کو ‏ بفردوس روزن بدیوار کو

نہ چشم آرزومند دلالہ ‏ نہ دل تشنۂ ماہ پرکالہ

آخر سب کچھ عرض کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ اگر میری حسرتوں کا خون ہی کرنا ہے تب بھی کم از کم مجھے بخشش سے مایوس مت کر۔ آخر میں تیرے قرآن کا ماننے والا اور تیرے پیغمبر کا کلمہ پڑھنے والا ہوں سہ

کہ البتہ ایں رند نا پارسا ‏ بگہ اندیش گبر و مسلمان نما

بہ ستاری فرخندہ منشور تست ‏ ہوادار فرماندہ کشور تست

بہ بند امید استواری فرست ‏ بہ غالب خط رستگاری فرست

(باقی)

© rasailojaraid.com